ابو عثمان

چودھری ثناء اللہ بھٹہ مرحوم...... چند یادیں!

بزرگ احرار رہنما چودھری ثناء اللہ بھٹہ ۲۶/جولائی ۲۰۰۵ء بروز منگل ۱۱ بجے شب اس دارِفنا سے دار بقا کو روانہ ہوگئے: **انا للہ وانا الیہ راجعون**

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

چودھری ثناء اللہ بھٹہ مرحوم کے انتقالِ پرملال کی خبر سے ذہن میں پرانی یادوں کے کئی دریچے کھل گئے ۔ یہ ۱۹۷۰ء کا ہنگامہ خیز دور تھا جب غاصب رافضی حکمران یحییٰ خاں اس ملک کے اقتدار پر قابض تھا اور مجلس احرار اسلام مولانا عبیداللہ احرار مرحوم کی صدارت اور سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظامت میں ایک دفعہ پھر ملک میں اپنی پہچان کروا رہی تھی ۔ ان دنوں چودھری ثناء اللہ بھٹہ صاحب مجلس کے مرکزی ناظم نشریات کے عہدہ پر فائز تھے ۔

جماعت سے میرا تعلق نیا نیا تھا جبکہ چودھری صاحب مرحوم اس دور میں بھی گنتی کے ان چند حضرات میں شامل تھے جو مجلس کے ہراول دستے میں شامل تھے ۔

لاہور ہمیشہ سے سیاسی، ثقافتی اور تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے ۔ میں ان دنوں اپنی تعلیم کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھا ۔ جماعت سے وابستگی کی وجہ سے مجلس احرار کا دفتر جو اس زمانہ میں بیرون دہلی دروازہ مزار شاہ محمد غوث کے مقابل ہوا کرتا تھا' ہماری پہنچ میں رہتا تھا اور ہفتہ وار اجلاسوں میں گاہے گاہے شرکت ہوجایا کرتی تھی ۔ ان دنوں سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ دفتر احرار لاہور میں ماہانہ درسِ قرآن دیا کرتے تھے جو اتوار کی صبح موسم کی رعایت سے یعنی گرمیوں میں سات آٹھ بجے اور سردیوں میں تقریباً نوساڑھے نو بجے شروع ہوا کرتا تھا اور تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے یہ درسِ قرآن ہوا کرتا تھا ۔ درسِ قرآن کیا ہوتا تھا؟ گویا شاہ جی علیہ الرحمۃ علم کے موتی لٹایا کرتے تھے ۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں ۔

بات ہو رہی تھی دفتر احرار میں ہفتہ وار اجلاسوں کی جو ہفتہ کی شام کو بعد نماز عشاء ہوا کرتے تھے ۔ ماہانہ اجلاس بڑا بھرپور ہوا کرتا تھا اور اس میں اکثر وبیشتر شرکت کا موقع ملتا تھا ۔ میری حیثیت تو ان دنوں ایک سامع کی سی ہوا کرتی تھی ۔ لیکن دفتر احرار میں اس دور میں ان اجلاسوں میں جن لوگوں کی زیارت کی ہے' اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں ۔ کچھ نام ذہن میں آرہے ہیں: حکیم انقلاب ڈاکٹر دوست محمد صابر ملتانی مرحوم، گورا بابا مرحوم، بابا گل محمد مرحوم، یعقوب بٹالوی مرحوم اور غلام حسین مرحوم کے ناموں کے ساتھ ساتھ ان کے چہرے بھی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں لیکن بلا شبہ میرِ محفل چودھری ثناء اللہ بھٹہ مرحوم ہوا کرتے تھے ۔ ان میں سے دو تین ان کے ہم عصر اور باقی رفیق سفر تھے اور چودھری صاحب جب احرار سے وابستہ پرانی یادوں کے دیئے روشن کرتے تو احرار کا بانکپن نگاہوں کے سامنے اپنے جلوے دکھانے لگتا ۔ یہ سب حضرات وہ تھے جو خلوص ووفا کیشی کا مجسمہ تھے ۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ احرار کا سرمایہ تھے جن کو خریدنے

والے خود بِک کر بھی ان کو خرید نہ سکے:

سب کہاں ، کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں

مجلس احرار میں لیڈر کا کبھی بھی کوئی تصور نہیں رہا۔ جماعتی ذمہ داریوں پر فائز بڑی سے بڑی شخصیت نے بھی خود کو جماعت کا ہمیشہ کارکن ہی سمجھا۔ اسی لیے کارکنوں کی ہمیشہ عزت کی جاتی رہی اور یہی احرار کا طرۂ امتیاز ہے جبکہ اس کے برعکس دنیادار سیاسی جماعتوں میں ہمیشہ لیڈروں کی بہتات اور کارکنوں کا قحط الرجال رہا ہے۔

بات چودھری ثناء اللہ بھٹہ صاحب کی ہو رہی تھی جو ان اجلاسوں میں میرِ محفل ہوا کرتے تھے اور بلا شبہ ان کی باتوں میں ایک جہدِ مسلسل کی کہانی ہوا کرتی تھی۔

مجلسِ احرار ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۳ء کے چار سالہ دور میں پاکستان بھر میں اپنی دوبارہ پہچان کرانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ جن سے کئی دوست نما دشمنوں کی نیندیں اڑتی جا رہی تھیں اور انہیں اپنا مذہبی وڈیرا پن خطرے میں نظر آ رہا تھا اس لئے جماعت پر شب خون مارا گیا۔ بدقسمتی سے چودھری صاحب بھی اتحادی سیاست کے علمبرداروں کی سازش کا شکار ہو گئے اور ۱۹۷۳ء کے ''متحدہ جمہوری محاذ'' (U.D.F) کا ایک جز بن گئے۔ جماعت کے لئے یہ بڑا سانحہ تھا۔ چودھری ثناء اللہ بھٹہ صاحب ایک کھرے آدمی تھے جب انہوں نے اتحادی سیاست کو اندر سے جا کے دیکھا تو اس پر تین حرف بھیجتے ہوئے واپس لوٹ آئے اور پھر اتحادی سیاست کے وہ اتنے مخالف تھے کہ اس نام سے ہی بدکتے اور فرمایا کرتے کہ اپنی پہچان اور شناخت کو کبھی نہ بھولو اس کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس پر فخر کرو۔ چودھری ثناء اللہ بھٹہ جب اتحادی سیاست سے زخم کھا کر واپس لوٹے تو جماعت نے بھی ان کی پوری پوری قدردانی کی اور انہیں مرکزی نائب امیر کے عہدہ پر فائز کیا اور اس حیثیت سے تا دمِ آخر انہوں نے جماعت کی ہمیشہ رہنمائی فرمائی۔ جماعتی اجلاسوں میں ان کی رائے کو معتبر جانا جاتا اور جماعتی پالیسی متعین کرنے میں ان کے مشورے کو فوقیت دی جاتی۔

جن دنوں چودھری ثناء اللہ بھٹہ صاحب، چودھری افضل حق مرحوم کی سوانح پر ایک کتاب مرتب کر رہے تھے ان دنوں ان کے کاروباری ادارہ ''بساطِ ادب'' پر ان کی خدمت میں حاضری دینے کی سعادت ملی۔ باتوں باتوں میں چودھری افضل حق مرحوم کی کتب کا ذکر آیا۔ میرے پاس بھی موضوع سے متعلق ایک کتاب موجود تھی جو ان کی خدمت میں پیش کی اس سے رابطہ اور مستحکم ہو گیا۔ وہ جب بھی ملتے مشفقانہ اور مربیانہ انداز میں ملتے۔ کیونکہ ہمارا تو ان سے تعلق ہمیشہ سے نیاز مندانہ رہا تھا۔ یہ دور تقریباً تیس پینتیس سال پر مشتمل ہے۔ چودھری صاحب سے آخری ملاقات ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ کو احرار کانفرنس چناب نگر میں ہوئی تھی۔ خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو حال احوال پوچھتے رہے۔ کیا خبر تھی کہ یہ اس دنیا میں آخری ملاقات ہے اور وہ اب وہاں تشریف لے جا چکے ہیں جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آیا۔

مرحوم کی اپنی بتائی ہوئی روایت کے مطابق وہ ۱۹۳۰ء میں مجلسِ احرار میں شامل ہوئے اور ۲۰۰۵ میں ۷۵ سال تک جماعتِ احرار سے وابستہ رہتے ہوئے اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے اور یوں جماعت سے وفاداری کی ایک عظیم مثال قائم کر گئے: حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا